اسلام و سائنس

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری

انسانی ارادوں کی شکست وریخت

انسان اس کائنات میں پوری طرح آزاد نہیں ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے بلکہ اس کی آزادی محدود ہے اور اس کے قدموں میں عبدیت اور تکوینی ضوابط کی بیڑیاں پڑی ہیں ۔ درحقیقت انسان کی حیثیت اس وسیع کائنات میں ایک معمولی تنکے سے زیادہ نہیں ہے۔ جس کے ارادوں کو بسا اوقات ناکامی کا سامنا ہوتا ہے اور اس کے عزائم اور منصوبوں کی شکست وریخت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَاللّٰہُ یَقْضِی بِالْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورۂ مومن) اور اللہ ہر معاملہ کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتا ہے اور جن ہستیوں کو یہ لوگ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی بات کا فیصلہ نہیں کرسکتے بے شک اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اور عزائم و ارادہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے، وہ پورے بھی ہوتے ہیں اور اکثر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اللہ جو فیصلہ کرتا ہے وہ اٹل ہوتا ہے اس میں کبھی ناکامی نہیں ہوتی ہے وہ جب کسی بات کے لئے ۔۔۔تا ہے تو اس کو کسی اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے

کہ ہوجا تو وہ چیز ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۂ یٰسین)

یعنی اس کا معاملہ اتنا ہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ چیز ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی تکمیل ہے اور تم اس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

یہ مسلمہ امر اور بدیہی حقیقت ہے کہ انسان کی روزمرہ زندگی میں اس کے ارادوں اور فیصلوں کو اکثر شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً کبھی ہم نے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد کسی دشواری کی بنا پر اپنا پروگرام منسوخ کرنا پڑا۔ یہی سائنس کی دنیا کا حال ہے مثلاً خلائی پروازوں میں ہزاروں قسم کی ٹیکنیکل دشواریاں پیش آتی ہیں اور جس کی مسلسل جانچ پڑتال ہوتی رہتی ہے مگر بعض اوقات عین وقت پر پرواز منسوخ کر دینی پڑتی ہے۔ (تسخیر قمر قرآن کی نظر میں)

چنانچہ تازہ حادثہ سنئے کہ امریکی خلاباز اپالو نمبر ۱۳ کو چاند پر امریکی جھنڈا گاڑنے اور ۳۷ گھنٹہ قیام کرنے کے منصوبہ و عزم کے ساتھ بھیجا گیا تھا لیکن قدرتی چیز کی ٹکر اور پراسرار دھماکہ سے خلائی جہاز کی بجلی و آکسیجن کا نظام بالکل فیل ہو گیا۔ اور اب چاند کی طرف روانہ کرنے کے بجائے اس مفلوج جہاز کو زمین کی طرف واپس لانے کی امکانی تدبیروں پر غور کرنے لگے۔ اس واقعہ میں منصوبوں و عزائم کی شکست و ریخت کی ایک مختصر مگر دلدوز داستان ہے۔

(۱) امریکی ماہرین نے اپالو ۱۳ معذور خلائی جہاز کے بارے میں یہ اطلاع دی ہے کہ یہ خلائی جہاز اگرچہ سنگین خطرہ سے نکل چکا ہے لیکن اب بھی ایک نامعلوم مرحلہ ایسا ہے کہ جس کے بارے میں کوئی پیشگی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس مرحلہ سے خلاباز دلداد

اس وقت پالا پڑے گا جبکہ وہ بیرونی خلار سے زمین پر پہونچنے سے قبل ہوا کے علاقہ سے گذریں گے۔

(۲) ہوا کا یہ علاقہ سطح زمین سے دو سو میل کی بلندی تک پایا جاتا ہے اور فضائی خطہ کہلاتا ہے جب آسمان سے گزرنے والی کوئی چیز زمین پر گرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے فضا کا یہی خطہ کرۂ نار بن جاتا ہے اور یہ چیز زمین پر پہونچنے سے قبل بھسم ہو جاتی ہے۔ اس فضائی خطہ سے خلا بازوں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق رہتا ہے۔

(۳) سائنس دان اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جس بوتل میں بند ہو کر خلا باز آسمان سے سیدھے زمین پر گریں گے وہ انتہائی درجۂ حرارت کو جھیل بھی سکیں گے یا نہیں؟

(۴) اس بوتل کو افقی زاویہ سے (آڑا ترچھا کر کے) بھی زمین پر گرایا جا سکتا ہے لیکن اس صورت میں نشانہ کے خطا ہو جانے کا احتمال ہے۔ سائنس دانوں کو یہ اندیشہ لاحق ہے کہ اگر چاند سے واپس آنے والے جہاز کو افقی زاویہ سے زمین پر واپس لایا گیا اور زمین کے فضائی خطہ میں داخل ہونے کے بجائے اس کی سرحد کو چھوتا ہوا گذر گیا تو ہمیشہ ہمیش کے لئے خلائی وسعتوں میں گم ہو جائے گا۔

(اخبار سیاست جدید کانپور۔ ۷ اپریل ۱۹۷۰ء)

چاند اور ستاروں پر جانے والے انسان خدا سے دعا مانگنے پر مجبور

آج کے اس عروج یافتہ مشینی دور اور سائنس کی اس روز افزوں و تیز رفتار ترقی کے عہد زریں میں بھی انسان ہمیشہ اور ہر وقت خدا کا محتاج ہے اور اپنے مشکلات و حوادث میں مبتلا ہونے کے بعد فطری طور پر اپنا تعلق خدا سے مضبوط کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس بیسویں صدی میں آج سے کچھ سال پہلے خدا کا نام لینے پر ہمارے عہد کے روشن خیال افراد ہم پر دقیانوسی کا ٹھپا

وغیرہ کی پھبتی کستے تھے اور خدا کے نام پاک سے اپنی بیزاری و ناشکری کو پیش روشن ضمیری، روشن خیالی، بلند نظری سمجھتے تھے۔ اکبر الہ آبادی نے اس طرح ایک طنزیہ شعر لکھا ہے ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

لیکن کائنات عالم کی موشگافی میں عقل و سائنس خواہ کتنی ہی دقت نظری پیدا کر لے خواہ کتنی ہی انکشافات و اکتشافات اور کتنی ہی اختراعات و ایجادات کر ڈالے۔ لیکن ایسے پراسرار دھماکے اور پرخطر حادثے پیش آ سکتے ہیں جو ان کو حواس باختہ کر دیں اور عقل و سائنس کے سارے تار و پود کو بکھیر دیں، ایسی گھنگھور و گھٹا ٹوپ اندھیرے ماحول میں جب انسانی تدبیریں تھک کر مایوس ہو جائیں تو اس جدید دور کا سائنس دان بھی خدا کی طرف پرخلوص طور سے رجوع کرتا ہے اور اپنی تمام امیدوں کو بس اسی کی ذات سے وابستہ کر دیتا ہے۔

(۱) جب اپالو ۱۳ ۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء یوم سوموار کو ایک پراسرار دھماکہ کا شکار ہو گیا اور چاند کے بجائے موت کے منہ میں پہونچ جانے والے تینوں امریکی خلاباز زمین کی طرف واپس چلے تو ہوش و حواس کی حالت میں ان خلابازوں کے سربراہ نے کہا کہ اگرچہ ہمارے اس مفلوج و معذور خلائی جہاز کی ٹیم جو تین خلابازوں پر مشتمل ہے لیکن خدا ہمارا چوتھا ناخدا ہے۔

(۲) اس طرح جہاں امریکی سائنس دان اس خلائی حادثہ سے خلابازوں کو بچانے کے لئے اپنی والی تدبیریں کر رہے تھے وہیں یہ لوگ بجا بر خدا سے دعا میں بھی مصروف تھے۔ خلائی مرکز نے بتلایا کہ اگرچہ خلاباز خلائی مرکز کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہوئے اپالو ۱۳ کے بجلی گھر اور چاند گاڑی سے خود بخود الگ ہو کر

خلائی بوتل میں بند ہو کر کرۂ نار سے گزر رہے ہیں۔ لیکن وہاں بڑا خطرہ ہے کہ خلائی بوتل رگڑ کھا کر سرخ انگارہ نہ بن جائے اور یہ خلا باز اس میں بھسم نہ ہو جائیں۔ اسی لئے سب کے سب اس آتشی کنوئیں سے بچانے کے لئے گرجا گھروں میں خلا بازوں کی سلامتی بخیریت واپسی کے لئے دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔

(۳) کل رات خلاء کے حادثہ کی سنگینی پر غور کرنے کے لئے امریکی پارلیمنٹ کے ایوان بالا کا ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں خلائی جہاز کے صحیح وسلامت واپس لائے جانے کی تدبیروں کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگی جانے کی اپیل کی گئی۔

(۴) کل رات نیویارک کے گرجا گھر میں دعائیہ اجتماع ہوا۔ ایک دعائیہ اجتماع جمعہ کے روز بھی ہوا۔

(۵) امریکہ میں جن کروڑوں لوگوں نے دعائیں مانگی ہیں اس کی روداد خلا بازوں کی تسلی کے لئے خلا بازوں کو بھی سنائی گئی۔

(۶) پوپ پال نے مصیبت میں پھنسنے والے امریکی خلا بازوں کے بخیریت زمین پر واپس آنے کے لئے دعا کی پوپ پال کی الحاح وزاری کی آواز دنیا بھر میں سنی گئی۔

(سیاست جدید ۱۸ اپریل ۱۹۷۰ء)

یہ اور اس طرح کی تمام تفصیلات خدا سے دعا و استدعا، فریاد وزاری اور نجات کی درخواست کی خبریں تمام عرب، عجم، امریکہ، روس، اٹلی، برطانیہ، افریقہ وغیرہ کے تمام ممالک کے اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔

(۷) اس سے قبل بھی اپالو ۱۱ کے خلا باز آرمسٹرانگ، مسٹر ایلڈرن جب چاند پر پہونچ گئے تو امریکہ کے صدر مسٹر نکسن نے ان خلا بازوں سے بات چیت کے دوران کہا تھا کہ زمین پر بسنے والے تمام انسان درحقیقت ایک ہیں اور تمام انسان ایک زبان ہو کر دعا مانگتے رہیں کہ تم سلامتی کے ساتھ زمین پر واپس آجاؤ (الحسنات رام پور اکتوبر ۱۹۶۹ء)

بے شک خداوند کریم قادر ہے کہ آفت رسیدہ مضطرب و پریشان حال انسانوں کی مدد کرے اور ایک پلک جھپکتے ہی اس کی مصیبت کو دور کر دے ارشاد ہے:
أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (سورۂ نمل)

یعنی بھلا وہ کون ہے جو عاجزوں کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتے ہیں۔ اور تکلیف دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ بتلاؤ کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

بے شک خدا کو مشکلات و شدائد کے دفع کرنے کی بے پناہ طاقت ہے۔ ماہرین سائنس پر بھی حادثات و آفات آتے ہیں اور اس وقت وہ بھی خدا سے ہی فریاد کرتے ہیں اور اس سے نجات و فلاح کی دعائیں کرتے ہیں اور اسی سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں۔

بہرحال خدا نے اُن کی اُمیدوں کو پورا کیا اور خلا باز خلاء کی بوتلوں میں بند ہو کر بخیریت بحرالکاہل میں گر پڑے دریلی کاپٹروں وغیرہ نے انھیں دیکھ لیا اور بحفاظت انھیں نکال لیا اور ساری دنیا میں ان کی واپسی کی لہر پر مسرت دوڑ گئی۔ ساری دنیا میں ان کی بخیریت واپسی کے لئے دعا مانگی گئی تھی۔ خدا نے اُسے سُن لیا اور خلا بازوں کو بخیریت کرۂ ارض پر واپس پہونچا دیا۔

مقام غور کسی انجن کی مشینری اور کسی خلائی راکٹ کا ذکر کیا ہے اُن اربوں اور کھربوں ستاروں کے مقابلہ میں جو ایک کہکشاں کے نظام سے وابستہ ہیں۔ کوئی بھی باہوش انسان سائنس دانوں کی ایجادات کو دیکھ کر آخر کس طرح فریفتہ ہو سکتا ہے جبکہ آسمانی کائنات اور خلاؤں فضاؤں کہکشاؤں کا عالم انسان کو متحیر کرنے کے لئے خود کافی ہے۔

خدائے کریم اہلِ مذہب کی دعاؤں اور سائنس دانوں کی دعاؤں کو اسی طرح سنتا ہے جس طرح ایک غریب و فاقہ کش اور عمر رسیدہ بڑھیا کی دعا کو سنتا ہے۔ اس کے یہاں انابت و تعلق باللہ کی ضرورت ہے جاہ و جلال علم و فضل کی شرط نہیں ہے کیونکہ خدا تو شاہ و گدا کا خدا ہے اس کے یہاں ایک اصول ہے اس پر عمل چاہئے۔ ارشاد ہے: اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (سورۂ بقرہ)

میں دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں جبکہ وہ مجھ کو پکارتے ہیں پس قبولیت کی امیدیں رکھیں اور اللہ ہی کی ذات پر کامل یقین رکھیں تاکہ کامیاب ہوں۔

حقائق اسلام اور سائنس

علاوہ ازیں سائنس نے تو اسلام کے حقائق کے سمجھنے میں کافی مدد دی ہے۔ واقعۂ معراج میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار سواری براق پر سوار ہو کر گئے اور چشم زدن میں حد نظر سے دور عرش الہٰی سے قریب تر ہو کر پلٹ آئے تو آج راکٹ وغیرہ تیز رفتار چیزوں اور مشینوں کی ایجادات نے واقعۂ معراج کو قریب الفہم بنا دیا۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہوائی جہاز (اڑن کھٹولہ) اب تک سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس طرح ہوا ان کے لئے مسخر تھی اور کس طرح وہ تخت شاہی کو حسب مرضی لے کر اڑا کرتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے: وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ (سورۂ صٓ)

آج راکٹوں اور تیز رفتار ہوائی جہازوں کی ایجاد کے بعد اس کا سمجھنا بالکل آسان ہے۔

۳۔ خیال ہوتا تھا کہ اعمال نیک و بد کس طرح وزن ہوں گے آج سینکڑوں طرح

کے وزن کے آلات ایجاد ہونے کے بعد یہ بات سمجھ میں آگئی، گرمی، سردی، ہوا کی رفتار اور موسم وغیرہ کے کوائف کا وزن ہونے لگا۔ چشمہ کا پادر وزن ہو رہا ہے۔ بجلی کس قدر خرچ ہوئی اس کا بھی میزان موجود ہے۔ اسی طرح ہمارے اعمال کا وزن ہوگا ہے۔ یقیناً ایسا آلہ خدا کے علم میں ہے جس میں اعمال، اس کا اخلاص اور اس کا پادر وزن ہو جائے گا۔

۴۔ پہلے سمجھ میں یہ بات نہ آئی تھی کہ قیامت میں زبان کے علاوہ ہاتھ پاؤں کس طرح بولیں گے۔ لیکن آج لوہے کے کیل کانٹے اور پرزے بولتے ہیں، گراموفون، ٹیپ ریکارڈ مشین وغیرہ کی ایجاد نے انسان کے دوسرے اعضاء کے بولنے کو سمجھنا آسان کر دیا ہے۔

۵۔ ایک قبر میں کئی انسانوں کے اجزاء وسفوف یکجا ہوں گے، پھر ان اجزاء کے صحیح انتخاب و امتیاز سے سب کا الگ الگ قالب تیار ہونا اور ہر ایک کا اپنی روحوں سے وابستہ ہو جانا سمجھ میں آنے والی بات نہ تھی لیکن ریڈیو وغیرہ کی ایجادات سے یہ بات سمجھ میں آگئی۔ فضا میں ہزاروں ملی جلی آوازیں ہوتی ہیں، شور وغل بھی ماتم وشیون، رقص وسرود بھی، بازاروں ومیلہ ٹھیلہ کی آوازیں بھی، اسٹیشنوں و کارخانوں کی سیٹیاں بھی مخلوط وممزوج ہونے کے باوجود ریڈیو کا تار جس جس آواز کو لینا چاہتا ہے اسی آواز کو لیتا ہے اور فضا میں ناچتی اور تیرتی ہوئی وہی آواز ہزاروں آوازوں سے دامن بچا کر منزل مقصود پر آجاتی ہے اسی طرح خدائے قادر کی کاریگری اور قدرت بھی ہر ایک کے اجزاء اصلیہ کو اس کے مخلوط حصوں سے منتخب و ممیز کر دے گی وما ذالك على الله بعزيز

نماز روزہ کے ثواب سے متعلق ایک تمثیل

آج کل روشن خیال، آزاد طبع اور نوجوان طلبہ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب نماز، روزہ، زکوٰۃ سے

کیا ملے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ ثواب ملے گا، نجات ملے گی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہاں ہے ثواب دکھاؤ۔ ہم اسے سمجھانے کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

ایک شخص لکھنؤ کے چوک میں یا حضرت گنج میں باٹا جوتے کی دوکان پر پہونچا، دوکاندار نے اس کا استقبال کیا کہ آئیے صاحب آپ کو کیسا جوتا چاہئے اور کتنے نمبر کا چاہئے لیکن وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے ایک سیر آلو چاہئے، میں تو یہاں آلو کے لئے آیا تھا۔ کچھ لوگ کہیں گے اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ کچھ لوگ کہیں گے آگے جاؤ۔

پھر وہ شخص چلتے چلتے ایک کپڑے کی دوکان پر پہونچا لوگوں نے استقبال کیا طرح طرح کے کپڑوں کو دکھانا چاہا تو اس نے کہا نہیں مجھے تو ایک کیلو پیاز چاہئے۔ مگر یہاں پیاز کہاں۔ اگر وہ کہتے اتنی بڑی دوکان باٹا کی تھی تو وہاں آلو نہیں ملے اور اتنی بھاری دوکان کپڑے کی ہے تو یہاں پیاز نہیں ملی تو کچھ لوگ ضرور کہیں گے کہ یہ آدمی بالکل پاگل ہے، یہ سب سامان تو سبزی منڈی میں ملے گا یہ سامان یہاں کہاں مل سکتا ہے۔

تو جس طرح ہر سامان باٹا کی دوکان اور کپڑے کی دوکان پر نہیں ملتا بلکہ اس کی جگہ دوسری ہے اسی طرح ثواب ونجات آخرت کے بازار میں ملے گی، اس کی دوکان حضرت گنج لکھنؤ ومحمد علی روڈ بمبئی میں نہیں ہے بلکہ اس کے آگے عالم آخرت میں ہے۔

اعمال حسنہ کی مزدوری کی ایک مثال

مزدوری کا قاعدہ ہے کہ کوئی مزدوری تو الیس ہوتی ہے کہ روز کی مل جاتی ہے جیسے بھٹہ کا کوڑیا نہ کہ یہاں حساب روز کا روز صاف کر دیا جاتا ہے اور کچھ مزدوری ہفتہ ہفتہ میں ملتی ہے جیسے معماروں اور نجاروں کو ہفتہ ہفتہ میں حساب دیا جاتا

ہے اور کچھ مزدوری ایسی ہوتی ہے جو ہر ہر مہینہ میں دی جاتی ہے جیسے ملازمین وغیرہ کی تنخواہ اور کچھ مزدوری ایسی ہوتی ہے جو پوری ملازمت ختم ہونے کے بعد ملتی ہے جیسے پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ اسی طرح کچھ مزدوری اللہ تعالیٰ دنیا میں دیتے ہیں اور مکمل نجات و مکمل ثواب اور مکمل بدلہ آخرت میں بھی عطا کریں گے۔

ایک اور مثال کوئی پھل چار پانچ ماہ میں ملتا ہے جیسے دھان کہ اس کا غلہ تین چار ماہ میں مل جاتا ہے اور کوئی درخت سال بھر میں پھلتا ہے اور کوئی درخت پانچ چھ سال بعد پھل لاتا ہے جیسے آم کے درخت پانچ چھ سال بعد پھل لاتے ہیں اور کوئی درخت پچیس برس بعد تیار ہوتا ہے جیسے شیشم وغیرہ ۔ یہ دنیوی کھیتیوں کا حال ہے۔ اسی طرح آخرت کی کھیتی کرنے والوں کو اس کا اجر بالکل اخیر میں خاتمۂ عمر کے بعد ملتا ہے لیکن ہماری تسلی کے لئے کچھ پھل دنیا میں بھی ملتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے : لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۂ نحل)

یعنی نیکوکار لوگوں کو اس دنیا میں بھی نیکی ملے گی اور آخرت کا گھر سراپا خیر ہے اور اہل تقویٰ کے لئے کتنا بہترین گھر ہے پس اعمال حسنہ ، اعمال صالحہ کے اجر و ثواب کا کچھ حصہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور مکمل اجر و ثواب آخرت ہی میں ملے گا۔

مسائل کا انکار نہ کرنا بلکہ سمجھنا چاہیئے آج کالج کے تربیت یافتہ لوگوں اور دوسرے روشن خیال حضرات میں عموماً عجلت بازی کی یہ صفت پیدا ہو گئی ہے کہ جس چیز کو خود سے نہیں سمجھ سکتے ۔ اس کے غلط اور بعید از عقل ہونے کا خود فیصلہ کر گزرتے ہیں حالانکہ اس قدر جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے۔ جس طرح آپ کی بستی میں کوئی بیمار ہوتا ہے تو [illegible]

اس کا علاج کراتے ہیں یہاں فائدہ نہ دیکھا تو شہر کے کسی اسپتال میں داخلہ لیتے ہیں
جس میں معقول ڈاکٹر ہوتا ہے۔ خدانخواستہ یہاں بھی فائدہ نہ ہوا تو پھر ضلع
کے صدر مقام پر داخل کراتے ہیں جہاں اور سہولت ہوتی ہے خدانخواستہ یہاں بھی
اس کو شفا نہ ہوئی تو پھر صوبہ کے سب سے بڑے سرکاری اسپتال
میں داخل کرتے ہیں جہاں کہ اور ماہر ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ اب اگر یہاں بھی اس
کو افاقہ نہ ہوا تو پھر ملک کے سب سے بڑے اسپتال آل انڈیا مرکزی محکمۂ صحت
میں داخلہ کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اگر اپنے ملک کے اطباء و ڈاکٹروں سے
بھی صحت نہ ہو تو پھر بیرون ملک امریکہ، لندن وغیرہ کے عالمی صحت گاہ میں
داخل کراتے ہیں۔ الغرض حد بھر حصول صحت کے لئے اپنی والی تمام کوششوں
کو کر گزرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام کے مسائل وحقائق کا حال ہے۔ اب اگر آپ کوئی مسئلہ
از خود نہیں سمجھ سکتے تو اپنے مقامی اہل علم سے دریافت کرلیں اُن سے تسلی وتشفی
نہ ملے تو پھر ضلع کے کسی اچھے عالم سے استفسار کرلیں، خدانخواستہ وہ بھی
آپ کو مطمئن نہ کرسکیں تو صوبہ کے کسی ممتاز وجید عالم دین سے سمجھنے کی سعی کریں
خدانخواستہ ان سے بھی آپ کو شرح صدر اور تسلی حاصل نہ ہوسکے تو اپنے ملک کے
ممتاز ترین علماء سے ملاقات فرما سکتے ہیں اپنے شکوک وشبہات ان کے سامنے
رکھئے۔ اگر فی الواقعہ آپ کی تسلی یہاں بھی نہ ہو تو پھر دوسرے ملک کے ممتاز ترین
فضلاء زمانہ سے جاکر ملئے اور اپنی مشکل پیش کیجئے انشاء اللہ ضرور تسلی وتشفی ہوجائے
گی اور آپ کی مشکلات کا حل ضرور نکل آوے گا۔ آپ جب اچھی طرح سے مسائل
اسلام پر غور کریں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے تو آپ بھی اسلام کی افضلیت
اکملیت کے دل سے قائل ہو جائیں گے۔ کسی نے کیا ہی خوب لکھا ہے ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دین دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ ہی سے اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

خلق و خالق سے تعلق

آخر میں ناظرین سے اب یہ عرض ہے کہ آپ خوب دنیا کا علوم و فنون حاصل کریں اور اونچی سے اونچی ڈگریاں حاصل کر کے اُفقِ عالم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں، شریعت اسلامیہ کی طرف سے اس کی پوری پوری اجازت موجود ہے مگر سب سے پہلے دین کے بنیادی مسائل سے آپ کا خوب واقف رہنا اور دین کے فرائض و واجبات کو علم و عمل کے دائرہ میں لانا اور خدا اور خلقِ خدا کے ساتھ بہترین زندگی گزارنا آپ کے لئے ضروری ہے ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ کو چھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنے دلکش اشعار کے ذریعہ اس حقیقت کو واضح کیا کہ علوم دین کے ساتھ دوسرے علوم سے ہم آہنگ ہوسکتے ہیں اور علم سائنس خدا کا واضح تصور آسکتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کو آمادہ کیا ہے کہ مستقبل میں عالم گیر ذہنی انقلاب سائنس اور خدا کے تصور کے الحاق سے پیدا ہوگا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ علم دین کے ساتھ ساتھ علم دنیا، سائنس ٹیکنالوجی، فزیکل، بیالوجی وغیرہ علوم و فنون حاصل کرتے ہوئے عالم گیر ذہنی انقلاب

یادت کریں اور دنیا کو خداشناس و خداپرست بنائیں۔ حکیم ملت نے کیا ہی ب کہا ہے ؎

غربیاں را زیرکی سازِ حیات
شرقیاں را عشق رمزِ کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس
کارِ عشق از زیرکی محکم اساس
عشق با چوں زیرکی ہمسر بود
نقش بندِ عالمِ دیگر شود

خیز نقشِ عالمِ دیگر بنہ
عشق را با زیرکی آمیز دہ